سفارت کاری کا ریاست مدینہ کی تشکیل اور عصر حاضر میں کردار

The role of diplomacy in the formation of the state of Medina and in the present day

Tooba Khalid Noori
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic, The Women University, Multan:
toobanoori17@gmail.com

Fozia Naseem
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic, The women University, Multan:
foziabukhari17@gmail.com

Faiza Gull
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic, The Women University, Multan:
faizigul27@gmail.com

Abstract:
The primary responsibility of the state is to create order in the life of the subjects and to take measures for protection. The basic and important role of social management has been in the formation of Madinah state. A very beautiful form of social management is diplomacy. The formation of the state of Madinah began at the time when Hazrat Jafar Tayyar (R.A.) spoke about Prophet Muhammad (PBUH) and Islam while conducting diplomacy in the court of Najashi during the Hijrah. As a result, the conspiracies of the infidels reached their logical conclusion. Another name for diplomacy is diplomacy. Diplomacy has always played an important role in maintaining the atmosphere of peace and tranquility of the state of Madinah and in performing the duties under the prescribed social order in all affairs of the state, especially in internal and external affairs. His messengers used to deliver his letters to the kings of other countries. It is diplomacy that helped bring peace. He established diplomatic relations with the neighboring tribes of Madinah and made agreements, which further strengthened the exaltation

of Islam and the call to religion. It is a unique example. Diplomacy has an important role in modern times. Today, the world is developing at such a fast pace that there is also a display of hatred and forceful use of force between different countries. But diplomacy in one form or another is playing an important role in promoting better relations between international countries and resolving differences and conflicts through negotiations. would have Similarly, diplomacy is seen prominently in a country's foreign relations and in promoting reconciliation and dialogue between different groups within the country. However, there is a need to establish new dimensions of diplomacy keeping in mind the model of the State of Madinah which can promote peace and security and social order in a better way.

Keywords: *State of Medina, Administration, Society, Diplomacy.*

ریاست کی بنیادی ذمہ داری رعایا کی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرنا اور تحفظ کے لیے اقدامات کرنا ہے۔ ریاست مدینہ کی تشکیل میں سماجی نظم ونسق کا بنیادی اور اہم کردار رہا ہے۔ سماجی نظم ونسق کی ایک نہایت خوبصورت شکل سفارت کاری ہے۔ سفارت کاری کا دوسرا نام ڈپلومیسی بھی ہے۔۔

عصر حاضر میں بھی سفارتکاری کا ایک اہم کردار متعین ہے۔ آج دنیا جس تیزی سے ترقی کر رہی ہے اتنی تیزی سے مختلف ممالک کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور طاقت کے بے دریغ استعمال کا مظاہرہ بھی ہو رہا ہے۔ مگر سفارتکاری کسی نہ کسی شکل میں بین الاقوامی ممالک کے درمیان بہتر تعلقات کے فروغ اور اختلافات وتنازعات کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کے لئے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ وگرنہ آج پھر سے زمانہ جاہلیت کی طرح دنیا میں جنگل کا قانون برپا ہوتا۔ اسی طرح سفارتکاری کسی ملک کے خارجہ تعلقات اور اندرون ملک مختلف گروہوں کے درمیان صلح اور گفتگو شنید کو اجاگر کرنے میں نمایاں نظر آتی ہے۔ تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست مدینہ کے ماڈل کو مد نظر رکھتے ہوئے سفارت کاری کی نئی جہتوں کو قائم کیا جائے جو امن وسلامتی اور سماجی نظم ونسق کو بہتر انداز میں ابھار سکے۔

سفارت کاری کی تعریف

سفارت کاری "Diplomatic" یونانی لفظ Diploma سے مشتق ہے جس کا مطلب بادشاہوں کی طرف جاری شدہ سند ہے جو حامل کو خصوصی مراعات کا حقدار بناتی ہے۔

سفارت کاری کا مفہوم کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ پیشہ، مذاکرات، محبت و شائستگی، خارجہ پالیسی۔ بحیثیت علم سفارت کاری کے کچھ اصول و قواعد ہیں جس کا مطلب ملکوں اور تنظیموں کے مابین تعلقات بہتر مقاصد کے لیے استعمال کیے جائیں۔

دوسرے ممالک سے تعلقات اور کاروبار کو پر امن طریقے سے چلانے کے عمل کو سفارت کاری کہتے ہیں۔ سفارت کاری سے مراد دوسرے ممالک کے مفادات کا تحفظ کرنا، ریاستوں کے درمیان ہونے والے مذاکرات کو بھی سفارت کاری کہا جاتا ہے۔ چارلس روز نے اپنی کتاب میں سفارت کاری کو بیان کیا ہے:

"سفارت کاری کا زیادہ تر انحصار کئی خصوصی قابلیتوں پر ہے ان میں سمجھداری، تہذیب، شعور، زیرکی، فراست و حکمت، موقع شناسی، ہوشیاری، تدبر و اخلاص شامل ہے۔"

اہل دانش اس بات پر متفق ہیں کہ:

"سفارت کاری ایک عظیم علم و فن ہے، اس فن کے اعتبار اسے پڑھا، سیکھا اور قوانین و اصولوں کو جانا جاتا ہے۔ اس فن کے اعتبار سے یہ حساس پیشہ ہے۔"

سفارت کاری سے مراد مسلم اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنا، آزادانہ تجارتی معاہدات طے کرنا اور ثقافتی مواصلات کو یقینی بنانا اور ان کے ساتھ سماجی، سفارتی، سائنسی اور مالی تعاون کے لیے رجسٹریشن کروانا ضروری سمجھی جاتی ہے تاکہ ان تک رسائی ممکن ہو سکے۔

سفیر

سفیر کا مادہ "س۔ ف۔ ر" ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے یہ مادہ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ کشف اور وضاحت کے معنوں میں پایا جاتا ہے۔ سفر کو سفر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں زنسان کے اخلاق کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔ جیسے "اصبح یسفر" صبح روشن ہو گئی۔ سفیر کی جمع سفراء ہے۔ سفیر کو رسول کہتے ہیں جو رسل کی جمع ہے سفیر جو سفراء کی جمع ہے۔ رسول ارسال سے مشتق ہے جن کا لفظی معنی بھیجنا کے ہیں۔[1]

یوں سفیر اور پیغمبر معنی میں دونوں برابر ہیں، مگر اصطلاحی وضع میں دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے۔

---

[1]۔ افریقی، ابن منظور، لسان العرب، دار المعارف، قاہر، ص:20-25

رسول خالق کائنات کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور خالق کائنات کی طرف سے دیئے گئے احکامات کی تبلیغ پر مقرر ہوتا ہے۔ اور مبلغ اس زمانے کے کل انسانوں تک لے لیے ہوتا ہے۔ جبکہ سفیر ریاستی نمائندے کے تحت اپنے فرائض سر انجام دیتا ہے۔ جس کا مقصد دونوں ملکوں کو قریب لانا اور اپنے مفادات کو تحفظ دینا شامل ہے۔ سفیر کو انگریزی میں ambassador کہتے ہیں۔

"سفیر ایسا وزیر ہے جو کسی بادشاہ یا ریاست کی طرف سے مشن کی تکمیل کے لیے بھیجا جاتا ہے۔"[2]

سفارت کاری قرآن کی نظر میں

قرآن حکیم فرقان مجید خدا تعالیٰ اور بنی نوع انسان کے درمیان ایک ایسا پیغام ہے جو انسانی زندگی کے لئے بہترین اصول و قواعد اور تعلیمات فراہم کرتا ہے۔ مخلوق اور خدا کے درمیان جب رشتہ قائم ہوا اس رشتے کو سب سے پہلے حضور صلی وسلم کو اپنے گھر والوں کے خاندان اور قبیلے کے افراد پر پیش کرنے کا حکم صادر کیا گیا۔

"وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا"[3]

"اور ہم نے آپ کو لوگوں کو ڈر اور خوشخبری سنانے کے لیے بھیجا ہے۔"

دین اسلام جو مطالبہ انسان سے کرتا ہے کہ اللہ تعالی پر خلوص نیت سے ایمان لائیں وہ ذات بابرکت ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور وہ جس چیز کو پیدا کرتا ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ماننے والے سرکشی نہ کریں۔

"قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ"[4]

"کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے۔"

نبی کریم کو بذریعہ سفیر بنا کر انسان سے بندگی کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور عبادت صرف اس پاک ذات کی کریں جس نے زمین و آسمان اور کائنات گویا کہ ہر چیز کو خدا تعالیٰ کی پیدا کیا ہے۔ اس

---

[2]۔ البنانی، بطرس البستانی، محیط المحیط، بیروت: 1870ء، ج:1 ، ص: 963

[3]۔القرآن الکریم، 34: 28

[4] ۔ القرآن الکریم،2: 136

کو بنانے اور چلانے میں کوئی بھی مددگار موجود نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالی نے وضاحت کے ساتھ اپنی صفات بیان فرمائی ہیں:

"وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا"[5]

"آسمان زمین اور اس کے درمیان کی سب سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔"

حضور اکرم ﷺ بحیثیت سفارت کار

سفارت کاری کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے بنیادی طور پر جو دعوت دی وہ عقیدہ اور دین تھا۔ حضور ﷺ نے جب سفارت کاری کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے صلح حدیبیہ کے ذریعے اسلام کو سیاسی طور پر مضبوط کیا۔ آپ ﷺ نے سفارت کاری کی جو بنیاد رکھی وہ اسلام کی سربلندی، غلبہ، شان و شوکت اور قدر و منزلت پر رکھی گئی۔ آنحضور ﷺ نے مختلف ممالک میں صحابہ کرام اور مختلف شخصیات کے ذریعے دین اسلام کا پیغام پہنچایا۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی"[6]

"دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں صحیح بات کو غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔"

ریاست مدینہ کے قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ سفارتی روابط کی طرف خاص توجہ دی۔ کیونکہ آپ ﷺ سفارتی رابطوں کی اہمیت سے اچھی طرح سے باخبر تھے۔ آپ ﷺ نے چند اصحاب میں سے چند افراد کو سفارتی مہموں پر روانہ کیا۔ اسلام کی پہلی عظیم الشان سفارت کاری جو کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ جبکہ سلطنت مکہ کی سفارت کاری مہاجرین کے مقابلے میں ناکام ہوئی۔ رسول ﷺ کی حیات طیبہ میں سفارت کاری کے ذریعے قوموں اور ملکوں کے تمام معاملات کو بخوبی نمٹاتے رہے جو خاص کر پیغامات، خطوط وغیرہ کی شکل میں ہوتا تھا مگر باقاعدہ طور پر سفارت کاری کا کوئی شعبہ مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ بعد میں بھی سفارت کاری پر خاطر خواہ کام نہ ہوا۔

بنو امیّہ کے دور میں سفارت کاری کا ادارہ قائم ہوا مگر اس میں معاہدات صلح پر دستخط کیے جاتے یا خراج ادا کیا جاتا لیکن نہ تو معاہدوں کے متن محفوظ کیے جاتے نہ ہی ان کی تفصیلات بتائی جاتیں۔ بنو عباس کے دور میں سفارتی اداروں کو

---

[5] ۔ القرآن الکریم، 5: 18

[6] ۔ القرآن الکریم، 6: 108

عروج حاصل ہوا۔ مسلم اور غیر مسلم حکمرانوں کے درمیان سیاسی، تجارتی اور مجلسی مقاصد کے لیے سفیر آتے جاتے۔ فاطمی اور مملوک حکمرانوں نے یہ معمول جاری رکھا۔ لہذا ان کے سفیر یورپ، وسطی ایشیاء اور مشرقی ایشیاء بھی جاتے رہے۔

حضور ﷺ اپنے حسن تدبر اور حسن انتظام سے ریاست مدینہ کی صورت میں ایک مثالی ریاست اور رول ماڈل معاشرہ قائم کیا جسکی روشنی آج تک برس رہی ہے۔ تاریخی سے نکال کر ایک صالح نظام حکومت کی بنیاد رکھی۔ آپکی حکومت رضائے الٰہی اور عوامی بہبود تھی۔ جس کا مقصد دعوت دین، اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس فراہم کرنا۔ ایک ایسا انقلاب گس کا ہر گوشہ رحمت اور حق کو غالب کرنا تھا۔ ایک عظیم حکمران کے طور پر عدل کی بالا دستی، قانون کی حکمرانی، بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ، اعلیٰ انسانی اقدار کے فروغ اور قیادت و حکمرانی کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔ نسل انسانی کی تاریخ میں جوہر لحاظ سے معتبر، منفرد اور سب سے بے مثال ہے۔[7]

حضور ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی بے مثال تدبر، سیاسی بصیرت، کامیاب حکمت عملی پر مشتمل تھا۔ حضور ﷺ انسانی دنیا کے لیے بے مثال ہدایت اور راہنمائی کے لیے مبعوث ہوئے۔ بہترین دستور کی عالمگیر خصوصیاتکے ساتھ قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

عصر حاضر میں دنیامیں امن وسلامتی کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ مساوات اور عدل وانصاف کے نظریے پر کچھ عمل درآمد کرتے ہوئے انہی اصولوں پر معاشرے کو بہتر بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

سفیر کی خوبیاں

سفیر اپنی ذاتی زندگی کے ساتھ ریاست کا بہترین تصور اور نظام بھی پیش کر سکے۔ اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دوسری ریاست کی ذہنی اور فکری صلاحیتوں کو تبدیل کر کے اپنی ریاست کے قریب لا سکیں۔ جس طرح جسمانی خوبیاں شخصیت کو دلکش اور وجیہ بناتی ہیں اسی طرح عقلی خصائص سوچ و فکر کو واضح کرتی

---

[7]۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، اسلامی ریاست، عہد رسالت کے طرز عمل سے استشہاد، ناشر: الفیصل تاجران کتب اردو بازار، لاہور، جنوری، 2005ء

ہیں۔ اسلامی ریاست کے سفیر کی حیثیت سے پختہ یقین اور ایمان کے جذبے سے سرشار ہو۔ اگر اس میں یہ صفت موجود نہیں ہو گی تو پھر وہ سلطنت کی صحیح نمائندگی نہیں کر سکے گا۔ دوسرا ایمان کامل کی شرط اور اتباع محمدی سرشار ہونا۔ کیونکہ درحقیقت رسول اللہ کی اطاعت اللہ تعالی کی اطاعت ہے:

"جس نے رسول کی اطاعت کی درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی"[8]

سفیر کا کردار گفتار اور شخصیت پر کشش ہو کیونکہ دلکش اور پروقار شخصیت تھی اثر انداز ہوتی ہے۔ سفیر کا نام خوبصورت ہو۔ کیونکہ نام کے فرد پر جسمانی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سفیر جس ملک میں سفارت کار بن کر جارہا ہو اس کی زبان پر مکمل عبور ہو۔ تاکہ وہ کھل کر اپنا مدعا بیان کر سکے۔ اور بہترین سمجھانے والا بھی ہو۔ جب اسلام کو سربلندی ملی تو رسول اللہ نے تبلیغ دین کے لئے سرزمین عرب سے ہٹ کر عجم پر توجہ فرمائی۔ مختلف ممالک کے سفراء اور خطوط آنے لگے تو حضور اکرم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فارسی سیکھنے کا مشورہ دیا۔ سفیر کی ذاتی خصوصیات میں جسمانی قد کا بھی باوقار شخصیت کا حصہ ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکندریہ کے بادشاہ کو سفیر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاطب جو طویل القامت، انتہائی خوبصورت، پراثر شخصیت، چھوٹی داڑھی اور ذہین وفطین تھے۔ مقوقس اسکندریہ نے متاثر ہو کر کہا:

"تم تو حکیم اور حکیم کے پاس آئے ہو."[9]

ذاتی اوصاف میں ایک وصف شجاعت و بہادری بھی ہے۔ کیونکہ سفیر کو غیر معمولی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سفیر کی خاص طور پر خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ اس بات کو سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ جنگ میں امن و امان۔ جان و مال کا تحفظ سفیر کو حاصل ہوتا ہے۔ اسلام سفراء کے احترام کا حکم دیتا ہے انہیں تکلیف دینا یا مشکلات میں ڈالنا اسلام کا مزاج نہیں ہے۔ اسلام سفراء کو مکمل عزت اور رواداری کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

---

[8]۔ القرآن، 4: 80

[9]۔ الحنبی، علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیۃ، مصطفی البابی الحنبی، مصر، 1349ھ، ج: 2، ص: 371

"نبی کریم کے پاس مخالف اقوام کے سفیر آنے لگے وہ آپ کے خلاف دشمنی کا اظہار کرتے آپ نہ ان کے خلاف جارحانہ اقدام کرتے اور نہ ہی قتل کرتے تھے۔"[10]

اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلم ملک کا کوئی شخص بھی سفیر بن کر جائے اگر اس کے پاس سامان تجارت نہیں تو ایسے سفیر سے کسی قسم کا ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔[11] سفیر جس ملک میں خدمات سرانجام دے رہا ہوتا ہے اگر اس سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو سفیر کو قانونی طور پر تحفظ حاصل ہو گا۔ مگر فقہاء اسلام کہتے ہیں خواہ سفیر عارضی ہو یا مستقل، اسلام میں داخل ہونے پر اسلامی احکامات کا پابند ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ کرنے کے بعد عرب سے باہر اقوام عالم اور طاقتور قوتوں کو تبلیغ دین کے لئے مصروف ہوئے لہذا آپ نے دین اسلام کی تبلیغ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے صحابہ کرام کو سفارت کی ذمہ داری سونپی۔

نظم ونسق کے لحاظ سے ریاست مدینہ کی تشکیل اور سفارت کاری

بنی ہاشم کو مکہ شہر کے انتظامات میں دستوری طور پر ایک خاص مقام حاصل تھا۔ دین اسلام کے آغاز پر مسلمانوں نے ہر ممکن طریقے سے قربانیاں دے کر تعداد میں اضافہ کیا۔ حضور اکرم کی مدینہ کی طرف ہجرت میں مسلمانوں کی اکثریت بھی مدینے جا بسی۔ مدینہ میں مہاجرین کے مسائل کے پیش نظر مواخات کا انتظام فرمایا۔ مدینہ میں کسی بھی شہری مملکت کا وجود نہ تھا۔ قبل اسلام مدینہ کے درمیان خانہ جنگی کی فضا قائم رہتی تھی۔ آخری جنگ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ شدید خونریزی کے اثرات اسلامی معاشرے پر پڑے۔

اوس اور خزرج جب مسلمان ہوئے تو ایک قبیلے کا فرد دوسرے قبیلے کے فرد کے پیچھے نماز تک نہ پڑھتا۔ اس ضرورت کے پیش نظر مکہ سے امام بلوایا گیا تاکہ دونوں قبائل امام کے پیچھے نماز ادا کر سکیں۔ حضور کو مدینہ میں حکومت کرنے کے لیے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دونوں قبائل کے درمیان سخت دشمنی تھی۔ لہذا نبی کریم ﷺ نے اوسیوں خضرجیوں کے علاقے کے درمیان میں بنو نجار کے قبیلہ میں رہنا پسند فرمایا۔ حضور نے جلد ہی ایک جلسہ طلب فرمایا شہر مدینہ کی آبادی میں سے نمائندوں کو طلب فرمایا اور ان کے سامنے حکومت کی پیشکش رکھی۔

---

[10]۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج:3، ص: 139، محولا بالا

[11] ۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دارالنصر، مصر، 1981ء، ص: 365

مدینہ شہر علمی اور تاریخی نقطہ نظر سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے مملکت کو قائم کرنے کے بعد حکمران اور رعایا کے حقوق و فرائض متعین کیے گئے۔ اور تحریری طور پر مرتب کیا گیا یہ سب باہم مشورے سے لکھا گیا۔ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور امی شخص کے ہاتھوں وجود میں آیا۔ مسلمانوں کی خود مختار اور مستقل مملکت قائم ہونے سے غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی۔ آپ کو حکومت کا صدر تسلیم کیا گیا۔ انصاف، صبر و تحمل اور فیاضی سے آپ کے کردار و گفتار کو ہر لحاظ سے وہ لوگ آزما چکے تھے۔ دفاع کے سلسلے میں جو انتظامات اور دستور تحریر کیے گئے وہ امن اور جنگ کے قوانین تھے کہ امن سب کے لیے اور جنگ کی صورت میں باہر جانے کی ضرورت پیش آئی تو اس کا فیصلہ آپ خود کریں گے۔

حضور پاک ﷺ نے فوج، خزانہ، عدلیہ اور انتظامیہ کے لیے ادارے مقرر فرمائے۔ آپ ﷺ نے دینی اور دنیاوی معاملات اور ان کے مسائل کو حل فرمایا۔ کچھ لوگوں کو وحی لکھنے پر معمور فرمایا۔ زکاۃ کے اندراجات، رقم وصولی، خرچ، دفتری نظام، مال غنیمت کی جمع تقسیم اور فوجیوں کو باقاعدہ برابر حصہ دیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اسلام کے دفاع کے لئے مسلمانوں نے اپنی جانیں اور مال قربان کیا۔ جنگوں کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک خاص تعداد کو چن کر مہمات پر روانہ فرماتے۔ حضور نے صفہ ہنگامی ضروریات کے لئے مقرر فرمائی۔ صفہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی آماجگاہ تھی۔ اس کے علاوہ فوجی تربیت گاہ تھی۔ جہاں سے ناساز حالات یا ہنگامی صورتحال کے پیش نظر مہم کے لیے آدمیوں کو بھیجا جاتا۔

مدینہ میں حضور نے فوج کی تربیت کے ساتھ ساتھ ہتھیار، گھوڑے اور اونٹ خرید کر سرکاری چراگاہوں میں رکھتے اور بوقت ضرورت سپاہیوں کی ضرورت کے لئے مدد بھی کی جاتی۔ فوج کے انتظامات ناکافی ہونے کی وجہ سے کسی کو تکلیف اور نقصان نہ ہو۔ علاوہ ازیں بیرونی قبائل اور حکمرانوں کو خطوط اور معاہدات کو لکھے جاتے تھے۔ ان مکتوبات نبوی کا قدیم ذخیرہ ابو جعفر نے مرتب کیا۔ اس کے بعد بہت سے لوگوں نے مکتوبات نبوی کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ الغرض حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے لیے عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھا۔

9 ہجری میں نبی کریم کی وفات سے دو یا تین سال پہلے زکوٰۃ فرض ہوئی۔ زکوٰۃ کیونکہ اسلامی آمدن کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ یا ٹیکس کے ذریعے مالی ضروریات کو پورا کیا جاتا تھا۔ ہر شخص دلی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ یا ٹیکس ادا کرتا

تھا۔ اس کے علاوہ آمدنی کا ایک اور وسیلہ بھی تھا۔ جو کہ عارضی تھا۔ حکومت کو جو مال غنیمت ملتا یا جو مال جنگ کے دوران حاصل ہوتا وہ حکومت کے خزانے میں جمع کر دیا جاتا۔

رسول مملکت اور ملت کی ضرورتوں کو پورا کرتے۔ نبی کریم نے عدلیہ کا بھی بندوبست فرمایا۔ ابتدا میں مسلمانوں کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی اور وہ ساری آبادی مدینہ شہر میں آباد تھی۔ مسلمانوں میں لڑائی جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا مگر انسانی فطرت کے تقاضے سے کہیں لڑائی ہو جاتی تو اپنے قبیلے کے سردار یا پھر حضور پاک کے پاس سے فیصلہ کرواتے۔ عہد نبوی میں اسلامی مملکت کے لیے مختلف محکموں اور مختلف اداروں کا آغاز تعلیم کا آغاز اور فوج کا بھی انتظام ہوا۔ آمدن اور خرچ کا بھی انتظام، سرکاری سیکرٹریٹ کا بھی انتظام ہوا۔ مملکت میں جن جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کا بھی حسب ضرورت انتظام کیا گیا۔

عصر حاضر میں جو انتظامی ادارے نظر آتے ہیں ان سب کی بنیاد عہد نبوی میں ہی ہو چکی تھی۔ آج دنیا کمزور اور طاقتور منقسم ہو چکی ہے۔ ہر ایک اپنے مفاد کے لیے دوسرے کو استعمال کرتا ہے۔ لہذا معاشرے کو ان خاص اصولوں کی طرف راغب کر کے پر امن معاشرے کی تشکیل کی جائے۔ تاکہ ہر انسان اپنے حقوق و مفادات سے بھرپور فائدہ اٹھا سکے۔ اور دنیا میں اعتدال پسند اور طاقتور قوت کی صورت میں ابھر کر سامنے آسکیں۔

عصر حاضر میں بین الاقوامی سیاسی و خارجہ تعلقات میں سفارت کاری کی ضرورت و اہمیت

عصر حاضر میں بین الاقوامی تعلقات زبوں حالی کا شکار ہیں۔ مادہ پرستی، لسانیت، انا پرستی، طاقت کا بے جا استعمال کرپشن، اجارہ داری اور نفرت کی فضا اس قدر وسیع ہو چکی ہے کہ پر امن زندگی گزارنا کسی معجزے سے کم نہیں۔ لاقانونیت، انا پرستی اور طاقت کے نشے میں ڈوبے ہوئے ممالک کمزور ممالک کے اوپر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے ہر طرح کے جائز اور ناجائز حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ سیاسی و معاشی اجارہ داری کو فروغ دینے کے لیے کولڈ وار، ٹیکنالوجیکل اور اور سائبر حملوں کی شدت میں سنگین اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکا کی عراق اور افغانستان کے ساتھ جنگ، اسرائیل اور فلسطین کی جنگ اور دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی کارروائیاں اس کا شاخسانہ ہے۔ سعودی عرب اور یمن تنازعہ، روس اور یوکرین جنگ نے عالمی امن، سفارتی و خارجہ معاملات اور بین الاقوامی روابط کو شدید خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔

اقوام متحدہ امن کی فضا قائم رکھنے میں بے بس دکھائی دیتی ہے۔ آج دنیا اخلاقی انحطاط کا شکار ہے۔ ظلم و بربریت اور نفرت کے بیج اس قدر بو دیے گئے ہیں کہ عالمی سطح پر تیسری جنگ عظیم کا خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ جس کے نتیجے میں سفارت کاری کے عملی اقدامات بے سود نظر آتے ہیں۔ سفارت کاری کے ناکام ہونے کی بنیادی وجہ عہد نبوی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وضع کئے گئے اصول سفارتکاری کا عملی نفاذ نہ ہونا ہے۔ اخلاقی قدروں سے لیکر مذہبی اور خاندانی قدریں بربادی کی آخری حدوں کو چھو رہی ہیں۔ اب اشد ضرورت ہے کہ عہد نبوی میں رسول اللہ کے وضع کردہ سفارتی اصولوں کو اپنا ان پر عمل پیرا ہو کر دنیا کو نفرت، اجارہ داری، کولڈ وار اور طاقت کے بے دریغ استعمال سے بچایا جاسکے۔ چند رہنما اصول جو سفارتکاری کو موثر بنانے میں معاون ہیں. درج ذیل ہیں:[12]

مشترکہ تعلیمات اور یکجہتی کا فروغ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آفاقی دین کا پیغام لائے اس میں مسلمانوں کے ہمراہ یہود و نصاریٰ اور دیگر تمام مذاہب کے لئے رحمت بن کر آئے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مشترکہ تعلیمات اور یکجہتی کی طرف راغب کریں:

"قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ"[13]

کہہ اے اہل کتاب ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

یہود و نصاریٰ دونوں کو اس وجہ سے خطاب فرمایا گیا کہ دونوں ہی توحید کا دعوٰی رکھتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے آپس کے تعلقات استوار رہنے چاہئیں۔ بشرطیکہ شرک کی اور اس کی تمام اقسام سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے توحید خالص کو مان لیا جائے۔ بین الاقوامی سیاسی و خارجہ پالیسی کے تناظر میں سفارت کاری کا مقصد دنیا

---

[12]۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ناشر: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، جولائی، 1987ء

[13]۔ القرآن الکریم، 3: 64

میں قبضہ کرنا یا مدینہ میں شہنشاہیت قائم کرنا ہر گز نہ تھا۔ بلکہ آپ ﷺ کے اعلیٰ ترین مقاصد میں سب سے اہم مقصد امن کی فضا کو استوار کرنا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے سفارت کاری کو تمام مذاہب کے لوگوں میں اس اس انداز سے استعمال کیا کہ تمام مذاہب کے لوگ محبت، امن اور سکون سے رہیں۔

کیونکہ امن ہی وہ واحد اور مؤثر ذریعہ ہے جہاں دنیا میں آباد قومیں ایک دوسرے کے موقف کو سن، پڑھ اور سمجھ کر آپس میں مل بیٹھ کر ایک مضبوط مگر جامع حکمت عملی سے انسانوں کی ترقی و استحکام کے لیے بخوبی کردار ادا سکتے ہیں۔ دور حاضر میں بذریعہ سفارت کاری مشترکہ تعلیمات اور یک جہتی کے فروغ کی وجہ سے انسانیت، اتحاد و یگانگت اور مفاہمت سے مستفید ہو سکتی ہے۔

احترام انسانیت

دین اسلام فطری اصولوں کے عین مطابق ہے۔ وہ کسی بھی انسان کے بے جا قتل کے خلاف ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا جَزٰٓاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا"[14]

"ان کی بھی یہی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں یہ کہ انہیں قتل کیا جائے۔"

ریاست مدینہ میں تعلقات کے قیام کا مقصد یہی تھا کہ عرب جو جنگوں پر فخر کرتے اور انسانی قتل کے قصے سر راہ بیان کرتے تھے جن کے ہاں انسانی خون کی کوئی قیمت نہ تھی۔ ایسے معاشرے کو جنگ و جدال سے نکال کر امن میں لانا، احترام انسانیت کا جذبہ پیدا کرنا اور ایک دوسرے کی بھلائی کے لیے اقدامات کرنا شامل ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنی تعلیمات میں قتل ناحق کو ایک بہت بڑا گناہ اور ظلم قرار دیا ہے۔

"اكبر الكبائر ----قتل النفس"[15]

---

[14] ۔ القرآن الكريم، 5: 33

[15]۔ البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، پہلا ایڈیشن، 2002۔

"کبیرہ گناہ میں سے ایک۔۔۔ناحق قتل ہے۔"

آج بین الاقوامی خارجہ پالیسی میں احترام انسانیت کا عنصر قائم کرنا بہت اہم ہے۔ کیونکہ انسانیت سسک رہی ہے۔ لاشوں کے انبار کھڑے کیے جارہے ہیں، ناجائز قتل کرنے پر نادم و شرمندہ ہونے کی بجائے خود کو طاقتور اور ہیرو پیش کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی جارہی ہے، جو کہ فطری اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔ احترام انسانیت کے فروغ کے لیے بین الاقوامی خارجہ پالیسی، یکساں قانون کی حکمرانی کا عملی نفاذ نہایت ضروری ہے۔

امن عالم

انسانی معاشرے کی کلیدی ضرورت امن عالم کا فروغ ہے۔ کوئی مذہب یا دین انسان کو بدامنی یا فساد کی تعلیم نہیں دیتا۔ دین اسلام تو سلامتی کا دین ہے اس لیے اس کی ہر تعلیم امن و سلامتی کی مظہر ہے۔ پر امن بقائے باہمی کے سلسلے میں قرآن کریم کی ہدایات بالکل صاف اور واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ"[16]

"دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے۔"

دنیا میں درج ذیل وجوہات امن کو تہہ و بالا کر رہی ہیں:

1. شہنشاہیت
2. وطنیت
3. سرمایہ داری
4. مذہبی منافرت
5. بدلہ کی آگ

ان جوہات کا تدارک سفارتکاری میں بین المذاہب ہم آہنگی، مذہبی منافرت سے اجتناب اور دہشت گردی کے تدارک کے لیے مروجہ بنیادی اصولوں کو شامل کرکے دنیا میں امن و آشتی کی فضا قائم کی جاسکتی ہے۔

---

[16]۔ القرآن الکریم، 2: 256

الغرض ممالک کے درمیان خارجہ تعلقات کے قیام میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات امن اور دیگر مساعی امن کو عام کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ عہد نبوی میں امن وامان کی صورت کچھ یوں تھی کہ:

"جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو تمام عرب پر خدا کا امن چھایا ہوا تھا۔"[17]

دفاعی اقدامات

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک کے دفاع اور اسلام کی عظمت کے لیے جنگیں بھی لڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خارجہ پالیسی، امن کی پالیسی جس کی وجہ سے مخالف فریقوں کو کم سے کم جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقعوں پر جنگ کو ناپسند کیا۔ عصر حاضر میں مختلف ممالک کے درمیان جنگیں اپنے عروج پر ہیں جس کی وجہ سے ان ممالک کے درمیان سفارت کاری غیر مؤثر ہو چکی ہے۔ سفارت کاری کے غیر موثر ہونے کی ایک بنیادی وجہ ایک دوسرے کے احترام اور اپنے ملکوں کے دفاع و حفاظت کے لیے مؤثر اقدامات کا نہ ہونا ہے:

"وَالصُّلْحُ خَيْرٌ"

"اور صلح بہترین عمل ہے۔"

اسلام جہاں امن وسکون کا درس دیتا ہے وہاں اپنے ملک کی حفاظت اور دفاع کے لئے اقدامات کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دفاعی طاقت کی تعداد، تنظیم، جفاکشی، جنگی تیاری اور اخلاقی تربیت کے ساتھ نشو نما کی۔ پھر اس کو مشین کی طرح نقل و حرکت میں رکھا۔ اور مخالف طاقتوں کے حملوں، ظلم و بربریت سے بچاؤ کے لئے ان مخالفتوں کو مرعوبیت اور خوف کا ہدف بنایا۔

کسی بھی ملک کی سفارتکاری دفاعی اقدامات کے بغیر غیر موثر ناممکن دکھائی دیتی ہے۔ ملکوں کے درمیان جنگ کی صورت میں بیک ڈور سفارتی چینل، ہارٹ لائن کی سفارتکاری میں شمولیت انتہائی اہمیت کی حامل ہے، جس سے امن قائم کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

---

[17]۔ حامد انصاری، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1956، ص: 353

مخالفین اور معاہدات

اسلام میں عہد اور معاہدات کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لیے اگر کسی ملک کے ساتھ معاہدہ ہو جائے تو جب تک مخالف فریق کی طرف سے بد عہدی نہ پائی جائے اس وقت تک اسلام معاہدہ کی خلاف ورزی کا حکم نہیں دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے مختلف ممالک اور اقوام کے ساتھ معاہدات کیے تو آپ ﷺ نے ان معاہدات کی آخری حد تک پاسداری کی۔ لیکن جب مخالفین نے ان معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ ﷺ کے خلاف جارحانہ عزائم کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے انہیں بذریعہ پیغام معاہدہ ختم کرنے کا حکم دیا۔

خارجہ پالیسی میں اسلامی سفارتکاری کا اصول یہ ہے کہ باوقار زندگی گزارنے کے لئے پرامن جدوجہد جاری رکھی جائے۔ لیکن اگر کوئی شر پسند اس راہ میں رکاوٹ پیدا کرے تو جس حد تک ضرورت ہے اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے مختلف اقوام کے ساتھ امور خارجہ کے ماہر کی مانند قریبی غیر مسلم قبائل سے دوستانہ تعلقات استوار کیے۔ مگر جو قومیں غیر جانبدار رہنا چاہتی تھی ان کی خواہش کا آپ نے احترام کیا۔

عصر حاضر میں مختلف ممالک کے درمیان معاہدات کا عمل جاری ہے۔ یہ معاہدات کہیں سیاسی، کہیں معاشرتی، کہیں دفاعی اور کہیں تجارتی نوعیت کے ہیں۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے ریاست مدینہ کی سفارتکاری کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک ایک ملک اپنے مفاد کے لیے دوسرے ملک کے مفاد کو نقصان نہ پہنچائے۔ اور معاہدہ کرنے کے بعد غیر جانبدار رہے تاکہ وہاں نظم ونسق کو بہتر انداز میں عملی طور پر نافذ کیا جائے۔

اگر زندگی کے کسی مقام پر خاص طور پر بین الاقوامی سیاسی و خارجہ تعلقات کے قیام میں کوئی رکاوٹ یا مسئلہ محسوس ہو تو اسلامی تعلیمات سے رہنمائی لی جائے اور اسی پر کاربند رہا جائے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے

"تركتم فيكم امرين لن تضلوا ما تمسسكم بهما كتاب الله وسنة بنيه"[18]

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ دی ہیں، جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو سکتے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔

---

[18] ۔مالک، امام، موطا، کتاب الجامع، مکتبہ رحمانیہ لاہور، باب النہی علی القول بالقدر، ص:203

ریاست مدینہ میں سفارت حکمت عملی کے نتائج

حضرت محمد ﷺ نے ریاست مدینہ کی تشکیل میں سفارت کاری کے ہر پہلو پر توجہ دی۔ آپ کی سفار تکاری ہی تھی کہ ہجرت کے بعد میثاق مدینہ کے نتیجے میں انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ قائم ہو گیا۔ آپ ﷺ کی سفارتی حکمت عملی کی وجہ سے ارد گرد کے قبائل سے اچھے روابط استوار ہو گئے۔ جو بعد میں امن و جنگ دونوں صورتوں میں مفید ثابت ہوئے۔ ریاست کا نظم و نسق بہتر ہو گیا۔ قانون کی حکمرانی، احترام انسانیت اور بہترین سفار تکاری کی وجہ سے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ حضور اکرم ن ﷺ ے کامیاب خارجہ پالیسی تشکیل دی۔ جس میں اہم شعبہ سفارت کاری ہی تھا۔

آپ ﷺ کی کامیاب سفارت کاری کی بنا پر مختلف ممالک سے نا صرف دوستانہ تعلقات قائم ہوئے بلکہ تجارتی سر گرمیوں اور امن و امان میں بھی اضافہ ہوا۔ دشمن ملکوں کی جانب سے شر انگیزی اور جنگ کے جواب میں آپ کی سفارتی حکمت عملی سے دشمن ممالک کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ شکست سے دوچار ہوا۔ یہ آپ ﷺ کی سفار تکاری کی بہترین حکمت عملیوں میں سے ایک ہے۔ جس کے نتیجے میں مختصر عرصہ میں فتح مکہ کا عظیم کارنامہ سر انجام پایا۔ آپ ﷺ کی سفارت کاری کے نتیجے میں اسلام کو سربلندی اور تقویت ملی۔ اور دنیا ایک نئے دور اور جہت سے آشنا ہوئی۔ عہد نبوی سے قبل لوگ ایک دوسرے کے جان و مال کے دشمن تھے۔ مگر آپ ﷺ کی سفارتی حکمت عملی کی وجہ سے لوگوں میں نا صرف شعور آیا بلکہ احترام انسانیت اور باہمی یگانگت کو فروغ ملا۔ دنیا صلح پسندی کی طرف مائل ہوئی۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ بین الاقوامی اصولوں اور قوانین کی پاسداری کی۔ الغرض یہ کہ آپ ﷺ کی سفارت کاری کی وجہ سے تیئس سال کے قلیل عرصہ میں عرب سے عجم تک کی طاقتیں آپ کی ہمنوا بن گئیں اور کئی ممالک آپ ﷺ کی سفار تکاری کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بھی اسلام قبول کرنے لگ پڑے۔ انہوں نے اپنی سلطنتیں آپ کے قدموں میں نچھاور کر دیں۔

خلاصہ بحث

کسی ملک میں استحکام اور باہمی یگانگت کے فروغ میں سفارتکاری کا اہم کردار رہا ہے۔ ریاست مدینہ کی تشکیل سے پہلے جنگل کا قانون رائج تھا۔ معاشرے میں عدم برداشت، بے راہ روی اور ظلم و ستم عام تھا۔ تشکیل ریاست مدینہ اسی وقت ہو گئی تھی جب میثاق مدینہ سفارتکاری کی بہترین مثال کے طور پر نظر آیا۔ حضور اکرم کی سفارتکاری اور خارجہ پالیسی تدبر، سیاسی بصیرت، اچھے اخلاق اور کامیاب حکمت عملی پر مبنی تھے۔ آپ نے ریاست مدینہ میں امن و آشتی کی فضا کو موثر بنانے اور ارد گرد کے قبائل اور ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو استوار کرنے کے لیے سفارت کاری کے جامع اصول بنائے۔ جس کے نتیجے میں انسانیت نئی جہتوں سے روشناس ہوئی۔ قانون کی حکمرانی، احترام انسانیت اور باہمی تعاون نظر آیا۔ یہ سفارتکاری کا ہی اہم پہلو تھا کہ دشمن ممالک کو بے پناہ طاقت کے باوجود نہایت کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے یہاں تک کہ بہت سی مملکتوں نے آپ کے اخلاق اور سفارتکاری سے متاثر ہو کر اپنی مملکتیں آپ کے قدموں میں نچھاور کر دیں۔

عصر حاضر میں دنیا تمام تر وسائل و اختیارات اور ٹیکنالوجی کے فروغ کے باوجود نفرت، عدم برداشت، طاقت کے بے دریغ استعمال اور عدم استحکام سے دوچار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست مدینہ میں رائج سفارتکاری کے اصولوں کی پیروی کی جائے تاکہ عالمی ممالک کے درمیان اندرون اور خارجہ معاملات میں امن و رواداری، باہمی تعاون اور قانون کی حکمرانی بشمول نظم و نسق کا موثر اور عملی نفاذ ممکن بنایا جاسکے۔

سفارشات

* رسول ﷺ کی زندگی روحانیت, اخلاق اور عبادت بھی ہے. آپ ﷺ نے جو اصول سیاست, اصول معاشرت اور اصول معیشت اللہ تعالی کے حکم سے دنیا میں نافذ کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔
* خدا نے انسان کو حکمران مطلق نہیں بلکہ قوانین الٰہی کا پابند بنایا اور خشیت الٰہی کی زمہ داری اور جوابدہی سے جوڑا ہے۔ تاکہ انسان اس زمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے قانون الٰہی کو نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کرے تو اللہ تعالی کی رحمت کا مستحق بن جائے گا۔

* اگر مسلمان حکمران، علماء کرام، طلبہ اور عوام سیرت پر عمل پیرا ہوں۔ اور دین کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کی سعی کریں تو دنیا میں بدامنی، جہالت کی تاریکی اور ظلمت کے اندھیرے ختم ہو جائیں گے۔
* حضور ﷺ نے مدینہ میں سب سے پہلے معاشرتی استحکام بخشا۔ دوسرے ممالک سے تعلقات قائم کرنے کے لیے غیر معمولی اقدامات کئے۔ جو آپ ﷺ کی غیر معمولی حکمت اور قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت سیاستدان قانون ساز اور منصف کے منصب پر فائز ہوئے۔
* سفارتکاری کے ذریعے ہر شخص میں شعور اور اپنی ذمہ داری کا احساس اجاگر کیا۔ اس سلسلے میں مکالمہ اور گفتگو کے ذریعے مشکل مراحل کا حل قدرے آسان ہونے کی امید دلائی۔ دین اسلام کی تعلیمات سے دوری کی بدولت عدم مساوات، سماجی انتشار، معاشی بحران، غربت و افلاس اور ماحولیات کے باعث بنی نوع انسان کی بقاء کے مسائل گھمبیر تر ہو رہے ہیں۔
* ڈپلومیٹک حکومتوں کے درمیان تعلقات کو فروغ دینے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ دونوں ممالک کے مابین تعلقات پر امن کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ تجارتی، ثقافتی، مواصلاتی، سماجی، پولیٹیکل سائنس، مالی تعاون اور ملازمتوں تک رسائی ممکن ہو سکے۔
* رسول ﷺ اللہ کی سفارتی پالیسیوں کو مفکرین اور اہل علم کو چاہیے کہ انتہائی جامع تبصرے اور تجزیے سے پیش کریں۔
* عصر حاضر میں مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک کی وزارت خارجہ اور شوریٰ کو حضور کے بنائے گئے اقدامات کو اپنانا چاہیے تاکہ معاشرے میں عدل و انصاف، امن و امان اور باہمی تعاون قائم ہو سکے۔